اثر ابن عباس کی روایت

علماء کی نظر میں

مفتی محمد صابر القادری

پہلی بار اللہ تعالیٰ کے الأسماء والصفات، نفیس تحقیق اور عقائد اہلسنت پر مشتمل
امام الحافظ أبي بكر بن الحسين بن علي البيهقي المتوفى ٤٥٨ھ کے قلم
سے تحریر تقریباً 1000 سال قدیم علمی شاہکار آسان و سلیس اردو ترجمہ کے ساتھ منظرِ عام پر

الأسماء والصفات

مصنف

امام الحافظ أبي بكر بن الحسين بن علي البيهقي المتوفى ٤٥٨ھ

مترجم

حصہ دوم

مفتی محمد صابر القادری غفرلہ فاضل تخصص دارالعلوم نعیمیہ کراچی

نظر ثانی

مفتی حامد حسین القادری الشاذلی

تخریج

مولانا عاطف سلیم نقشبندی

پروگریسو بکس

اثر ابن عباس

854: **سند روایت:** أَخبرنا أَبو عَبدِ اللهِ الحافِظُ، أنا أَحمدُ بنُ يَعقُوبَ الثَّقَفِيُّ، ثنا عُبَيدُ بنُ غَنَّامٍ النَّخَعِيُّ، أنا عَلِيُّ بنُ حَكِيمٍ، ثنا شَرِيكٌ، عَنْ عَطَاءِ بنِ السَّائِبِ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنهُما،

ہمیں حافظ ابوعبداللہ نے خبر دی کہا ہمیں احمد بن یعقوب الثقفی نے خبر دی کہا ہمیں عبید بن غنام النخعی نے حدیث بیان کی کہا ہمیں علی بن حکیم نے خبر دی کہا ہمیں شریک نے از عطاء بن سائب از ابوالضحی از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث بیان کی کہ:

متن روایت: أَنَّهُ قَالَ: {اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبعَ سَماوَاتٍ وَمِنَ الأَرضِ مِثلَهُنَّ} [الطلاق: 12] قَالَ: سَبعَ أَرَضِينَ فِي كُلِّ أَرضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُم، وَآدَمُ كَآدَمَ، وَنُوحٌ كَنُوحٍ، وَإِبرَاهِيمُ كَإِبرَاهِيمَ، وَعِيسَى كَعِيسَى "

انہوں نے (یہ آیت) تلاوت کی:: اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الأَرضِ مِثلَهُنَّ [الطلاق:12]: (تفسیر کرتے ہوئے ابن عباس نے) فرمایا :سات زمینوں کو (پیدا کیا) ہر زمین میں تمہارے نبی کی طرح نبی ہے ،حضرت آدم کی طرح آدم ہیں اور حضرت نوح کی طرح نوح ہیں اور حضرت ابرہیم کی طرح ابرہیم ہیں اور حضرت عیسیٰ کی طرح عیسیٰ ہیں۔

تخریج: (تفسیر ابن ابی حاتم رقم:۱۸۹۱۹،مکتبہ نزار مصطفی ،مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ،تفسیر مقاتل بن حیان ج۴ص۳۷۵،المستدرک ج۲ص۴۹۳،طبع قدیم ،المستدرک رقم:۳۸۲۲،المکتبۃ العصریہ ۱۴۲۰ھ)

855: **سند روایت:** وَأَخبرنا أَبو عَبدِ اللهِ الحافِظُ، أنا عَبدُ الرَّحمنِ بنُ الحسَنِ القَاضِي، ثنا إِبرَاهِيمُ بنُ الحسَينِ، ثنا آدَمُ بنُ أَبِي إِيَاسَ، ثنا شُعبَةُ، عَنْ عَمرِو بنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنهُما

اور ہمیں حافظ ابوعبداللہ نے خبر دی کہا ہمیں قاضی عبدالرحمن بن حسن خبر دی کہا ہمیں ابرہیم بن حسین نے حدیث بیان کی کہا ہمیں آدم بن ابی ایاس نے حدیث بیان کی کہا ہمیں شعبہ نے حدیث بیان کی وہ عمرو بن مرہ وہ ابوالضحی وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے،

متن روایت: فِي قَولِهِ عَزَّ وَجَلَّ: {اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبعَ سَماوَاتٍ وَمِنَ الأَرضِ مِثلَهُنَّ} [الطلاق: 12] قَالَ: فِي كُلِّ أَرضٍ نَحوَ إِبرَاهِيمَ عَلَيهِ السَّلامُ. إِسنَادُ هَذَا عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنهُما صَحِيحٌ، وَهُوَ شَاذٌّ بِمَرَّةٍ، لَا أَعلَمُ لِأَبِي الضُّحَى عَلَيهِ مُتَابِعًا وَاللهُ أَعلَمُ

(اس آیت):اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الأَرضِ مِثلَهُنَّ (کے متعلق) روایت کرتے ہیں انہوں نے اس کی تفسیر میں کہا: ہر زمین میں ابراہیم علیہ السلام کی مثل ہے۔اس حدیث کی سند از ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح ہے اور شاذ بالمرہ ہے، میں ابوالضحی کا متابع نہیں جانتا۔واللہ اعلم!

تخریج: (المستدرک رقم: ۳۸۲۲ المکتبۃ العصریہ ۱۳۲۰ تفسیر طبری (۲۸/۱۵۳)

تشریح: اثر ابن عباس کی فنی حیثیت

یہ اثر انتہائی ضعیف بلکہ موضوع ومن گھڑت ہے لہذا اس کو سہارا بنا کر "خاتم النبیین" کے قطعی اجماعی معنی میں تحریف کرنا صریح کفر ہوگا (جیسا کہ بعض لوگوں نے اس اثر کو بنیاد بنا کر "خاتم النبیین" کے قطعی اجماعی معنی میں تحریف کرڈالی اور کہا کہ "خاتم النبیین" کا وہ معنی نہیں جو عوام کے خیال میں ہے جبکہ عوام کے خیال میں بھی اس کا معنی آخرالنبیین (آخری نبی ہونا) ہی ہے اور اسی معنی پر قرآن وسنت کی نصوص دلالت کرتی ہیں اور دور نبوت سے ہی سب مسلمان اس کا یہی معنی سمجھتے سمجھاتے مانتے اور سکھاتے آرہے ہیں اور اسی پر قطعی اجماع ہے) اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس اثر کے متعلق علماء وآیمہ اہل سنت اور بعض دیوبندی اکابرین کے اقوال پیش کردیئے جائیں اور پھر اس کی سند پر بھی کلام کردیا جائے خاص کر بعض رواۃ کے متعلق دیوبندی علماء کے اقوال پیش کیے جائیں تاکہ مخالفین پر حجت تمام ہوسکے اور اس اثر کی حقیقت بھی ہر ذی عقل پر عیاں ہوجائے۔

اثر ابن عباس کے متعلق امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا فرمان

امام اسحاق بن ابراہیم بن ہانی رحمہ اللہ نے فرمایا میں نے حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے حدیث عطاء بن سائب کے بارے میں عرض کی جس میں ہے کہ محمد تمہارے محمد کی طرح، آدم، آدم کی طرح اور ابراہیم، ابراہیم کی طرح، آپ نے فرمایا: اس کی حدیث میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے، عطاء بن سائب اختلاط کا شکار ہوگئے تھے، اس میں آدم، آدم کی طرح کی کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے نبی ﷺ کی طرح کا کچھ (اس میں ہے) (مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ اسحاق بن ابراہیم بن ہانی، جلد ۲ ص ۱۶۰ رقم: ۱۸۹۱) المکتب الاسلامی)

اثر ابن عباس کے متعلق ابوحیان اندلسی کا مؤقف

علامہ ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ (البحر المحیط ج ۱۰ ص ۲۰۵)

اسی بات کو علامہ آلوسی نے اپنی تفسیر "روح المعانی" (۱۴/۳۳۸) میں نقل کیا ہے۔

اور اسی بات کو علامہ محمد امین بن عبداللہ الارمی الہروی "المدرس بدار الحدیث الخیریۃ فی مکۃ المکرمۃ" نے اپنی تفسیر "حدائق الروح والریحان فی روابي علوم القرآن"، جلد ۲۹ ص ۴۳۳، دار طوق النجاۃ میں نقل کیا ہے۔

اور اسی بات کو شیخ محمد عمر الحاجی نے "موسوعۃ التفسیر قبل عھد التدوین" ص ۱۷۶، دار المکتبی، دمشق،، میں نقل کیا ہے۔

اثر ابن عباس کے متعلق حافظ ابن کثیر کا مؤقف

حافظ عمادالدین ابن کثیر شافعی نے لکھا ہے کہ اگر اس اثر کا ابن عباس سے نقل کرنا صحیح ہو تو یہ اس پر محمول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کو اسرائیلیات سے اخذ کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۴۸)

اثر ابن عباس کے متعلق علامہ سخاوی کا مؤقف

علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی نے حافظ ابوعبداللہ حاکم اور امام بیہقی کی سند کے حوالوں سے اس اثر کا ذکر کیا پھر حافظ ابن

کثیر سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر اس کی سند حضرت ابن عباس تک صحیح ہو تو پھر یہ اسرائیلیات سے ہے۔ (القاصد الحسنہ ص ۱۷)

اثر ابن عباس کے متعلق علامہ کورانی کا مؤقف

علامہ احمد بن اسماعیل کورانی لکھتے ہیں:

یہ اثر اجماع مسلمین اور صریح آیات کے مخالف ہے۔

اثر ابن عباس کے متعلق علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی کا مؤقف

علامہ عبدالرحمن بن یحییٰ المعلمی لکھتے ہیں:

یہ جو اثر ہے پس اس کی سند صحیح نہیں کیونکہ یہ شریک عن عطاء بن سائب ۔۔۔۔ الخ کے طریق سے ہے اور شریک بہت زیادہ خطائیں کرنے والے اور مدلس ہیں اور عطاء بن سائب اپنی وفات سے مدت پہلے اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور شریک کا ان سے سماع بعد از اختلاط ہے۔ (الانوار الکاشفۃ لمانی کتاب "أضواء علی السنۃ" من الزلل والتضلیل والمجازفۃ، ص ۱۱۷، المطبعۃ السلفیۃ ومکتبتھا، عالم الکتب بیروت)

اثر ابن عباس کے متعلق شیخ عمر الحاجی کا مؤقف

شیخ عمر الحاجی نے لکھا ہے:

اور ایسے ہی (اس) حدیث (اثر ابن عباس) کی سند ضعیف ہے، کیونکہ شریک خطائیں کرنے والا ہے اور کوفہ میں منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور عطاء بن سائب تو وہ بھی وفات سے پہلے مختلط ہو گئے تھے۔

(موسوعۃ التفسیر قبل عھد التدوین، ص ۱۷۶، دار المکتبۃ، دمشق)

اثر ابن عباس کے متعلق شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری کا مؤقف

شیخ حمود بن عبداللہ بن حمود التویجری لکھتے ہیں:

اور اس بارے میں جو اثر ابوالضحیٰ از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طریق سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ "ہر زمین میں نبی ہیں تمہارے نبی کی طرح، آخر تک "پس یہ اثر سخت قسم کا منکر ہے۔

(الصواعق الشدیدۃ علی اتباع الھیئۃ الجدیدۃ، ص ۱۸۲، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۸ھ) (الکوثر الجاری ج ۶ ص ۱۶۲)

اثر ابن عباس پر شیخ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا تبصرہ

دیوبند کے امام شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

یہ اثر شاذ بالمرہ ہے اور جو چیز نبی ﷺ سے قطعی طور پر ثابت ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے منکر کی ہم تکفیر کریں گے ورنہ ہم اس پر بدعتی کی حکم لگائیں گے اور اس کے علاوہ جو چیز آپ سے ثابت نہ ہو اس کا تسلیم کرنا اور اس پر ایمان لانا ہم پر واجب نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ اثر نبی ﷺ کا ارشاد نہیں ہے، لہٰذا اس کی شرح میں اپنے آپ کو تھکانا نہیں چاہیے۔ مولانا نانوتوی نے اس اثر کی شرح میں ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام انہوں نے "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" رکھا ہے اور اس میں یہ تحقیق کی ہے کہ

نبی ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی اور زمین میں دوسرا خاتم ہو، جیسا کہ اثر ابن عباس میں ہے، اور مولانا نانوتوی کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زمین کے لیے اسی طرح آسمان بھی ہے جس طرح ہماری زمین کے لیے آسمان ہے اور قرآن مجید سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام سات آسمان صرف اسی زمین کے لیے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت ابن عباس کے اس اثر کے ساتھ ہماری نماز اور روزہ کا کوئی امر متعلق نہیں ہے تو اس اثر کی شرح کو چھوڑنا بہتر ہے۔ (فیض الباری ج ۳ ص ۳۳۳۔۳۳۴، مطبوعہ حجازی، قاہرہ ۱۳۵۷ھ)

شیخ انور شاہ کشمیری صاحب نے اس عبارت میں مندرجہ ذیل باتیں بیان کی ہیں:

(۱) یہ اثر ہے نبی ﷺ کا فرمان نہیں ہے (۲) یہ اثر شاذ بالمرہ ہے (۳) اس کی شرح کے در پہ ہونا خوامخواہ اپنے کو تھکانا ہے (۴) نانوتوی کی گفتگو سے کچھ اور ظاہر ہوتا اور قرآن مجید سے کچھ اور ظاہر ہوتا ہے (۵) اس کی شرح میں پڑ کر نانوتوی نے ایک بے فائدہ کام کیا ہے (۶) یہ اثر قطعی الثبوت نہیں کہ اس کے منکر کی تکفیر کی جائے اور اس درجہ کا بھی نہیں کہ منکر پر بدعتی ہونے کا حکم لگایا جائے، اس کو ماننا اور نہ ماننا ہم پر لازم نہیں ہے۔

اثر ابن عباس کی اسناد اور امام بیہقی کا مذکورہ اثر کی تصحیح کے ساتھ ساتھ شاذ قرار دینا

امام بیہقی نے اس اثر کو دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک سند ہے: از عطاء بن السائب از ابی الضحی از ابن عباس۔ اور دوسری سند ہے: از عمرو بن مرۃ از ابی الضحی از ابن عباس۔ پھر امام بیہقی نے کہا: ۔اس حدیث کی سند از ابن عباس رضی اللہ عنہما صحیح ہے اور شاذ بالمرہ ہے، میں نہیں جانتا کہ ابو الضحی کا کوئی متابع ہے۔ واللہ اعلم!

بعض لوگ نانوتوی کی حمایت میں مذکورہ بالا عبارت سے اور امام حاکم اور امام ذہبی کی تصحیح سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان تینوں آئمہ کرام نے نے اس اثر کو صحیح قرار دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے۔

امام بیہقی نے اگرچہ اس اثر کی سند کی تصحیح کی ہے مگر علی الاطلاق نہیں بلکہ ساتھ ہی اسے شاذ قرار دیا ہے اور محدثین کے نزدیک حدیث صحیح کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شذوذ و علل سے پاک ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خبر آحاد،، عادل، تام الضبط راوی کے نقل کرنے سے، سند متصل کے ساتھ، جو معلول نہ ہو اور نہ ہی شاذ ہو، یہی (حدیث) صحیح لذاتہ ہے۔ (نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص ۲۵، ۲۶، نور محمد اصح المطابع، آرام باغ، کراچی)

اس کی شرح میں پالن پوری دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

صحیح لذاتہ: وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل (ثقہ یعنی معتبر) ہوں اور حدیث شریف کو سند کے ساتھ خوب اچھی طرح محفوظ کرنے والے ہوں، اور اس کی سند متصل ہو (یعنی سند میں سے کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو) اور اسناد میں کوئی علت خفیہ (پوشیدہ) نہ ہو اور وہ روایت شاذ بھی نہ ہو۔ (تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر ص ۱۵ قدیمی کتب خانہ کراچی)

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحیح حدیث سے مراد وہ مسند حدیث ہے جس کی سند عادل ضابط راویوں کے آخر تک عادل ضابط راویوں سے نقل کرنے کے ساتھ

متصل ہو اور وہ شاذ و معلول بھی نہ ہو۔ (اختصار علوم الحدیث)

امام ابن صلاح لکھتے ہیں:

صحیح حدیث سے اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند عادل ضابط راویوں کے آخر تک عادل ضابط راویوں سے نقل کرنے کے ساتھ متصل ہو اور وہ شاذ بھی نہ ہو اور نہ وہ معلول ہو۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۷۔۸)

امام شرف الدین الطیبی لکھتے ہیں:

صحیح وہ (حدیث ہوتی ہے) جس کی سند عادل ضابط راویوں کے اپنے جیسے رواۃ سے نقل کرنے کے ساتھ متصل ہو اور وہ شذوذ و علل سے محفوظ ہو۔ (الخلاصۃ فی معرفۃ الحدیث ص ۳۵)

یہاں تک ان تعرفات سے ثابت ہوگیا کہ حدیث صحیح کے لیے شذوذ و علل سے پاک ہونا لازمی ہے کہ شاذ حدیث، صحیح نہیں ہوسکتی مزید اطمنان قلب کے لیے دیو بند کے شیخ الحدیث کا فرمان ملاحظہ فرمائیں:

شیخ سلیم اللہ خان لکھتے ہیں:

جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے۔۔۔۔۔۔ تو محدثین کے اصول سے یہ روایت شاذ ہے، قابل اعتبار اور صحیح نہیں شمار کی گئی۔

(کشف الباری عمانی صحیح البخاری، جزء بدء الخلق، ص ۱۱۲)

نیز ان کے اکابرین نے امام بیہقی کی تصحیح کو نا قابل اعتماد قرار دیا ہے جسا کہ مندرجہ ذیل عبارت سے واضح ہوجائے گا۔

علمائے دیو بند کے نزدیک امام بیہقی کا مقام

شیخ سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کی تصحیح کی ہے مگر ان کی یہ تصحیح بھی قابل اعتماد نہیں ہے کیونکہ سند کا حال آپ دیکھ ہی چکے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ قاعدہ جلیلہ میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی تعصب سے کام لتے ہیں اور بسا اوقات ایسی روایتوں سے احتجاج کرتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی مخالف ان سے استدلال کرے تو اس کی تمام کمزوریاں ظاہر کیے بغیر ان کو چین نہ آئے۔۔۔۔۔ آگے لکھا ہے کہ: مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں کہ امام بیہقی اگرچہ محدث مشہور ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا۔۔۔۔

(احسن الکلام ۵۴۰۔۵۴۱، مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا، حافظ ذہبی نے بھی کہا: یہ حدیث صحیح ہے لیکن امام حاکم کی تصحیح یا ان کی موافقت میں امام ذہبی کی تصحیح مذکورہ اثر سے استدلال کر کے خاتم النبیین کے اجماعی قطعی معنی میں تحریف کرنے والوں یا ان کے معتقدین کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ ان کے نزدیک امام حاکم کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔

علمائے دیو بند کے نزدیک امام حاکم کی حیثیت

جیسا کہ شیخ سرفراز خان صفدر گکھڑوی نے لکھا ہے کہ:

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام حاکم مستدرک میں موضوع اور جعلی حدیثوں تک کی تصحیح کر جاتے ہیں۔ (تذکرہ جلد ۳ ص ۲۳۱)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ امام حاکم ساقط الاعتبار حدیثوں کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں۔ (میزان جلد ۳ ص ۸۵)
شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ امام حاکم موضوع اور جعلی حدیثوں کی بھی تصحیح کر جاتے ہیں۔ (کتاب التوسل ص ۱۰۱)
علامہ ابن دحیہ کہتے ہیں کہ امام حاکم کثیر الغلط تھے اِن کے قول سے گریز کرنا چاہیے۔ (مقدمہ زیلعی ص ۱۱)
نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں کہ تصحیح حاکم پیش علماء حدیث بدون شہادت دیگر آئمہ فن لیس بشیء است۔

(دلیل الطالب ۶۱۸)

مبارک پوری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ حاکم کی تصحیح میں کلام ہے۔ (ابکار ص ۶۴)
اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ امام حاکم کا تساہل علماء فن کے نزدیک معروف ومشہور ہے۔ (ایضا، ۲۳۶)
مؤلف خیر الکلام لکھتے ہیں اسی طرح امام حاکم کی تصحیح بھی قابل تنقید ہے۔ الخ (ص ۲۴۳)
کثیر الغلط کی روایت کا حکم بیان کرتے ہوئے سرفراز گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اصول حدیث میں اس امر کی صراحت ہے کہ کثیر الغلط، کثیر الوہم ہونا جرح مفسر ہے اور ایسے راوی کی حدیث مردود روایتوں میں شامل ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۹۵) (احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جلد ۲ صفحہ ۱۱۵۔۱۱۶، وفی نسخہ ۵۴۰، مکتبہ صفدریہ، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے لکھا ہے کہ:

امام حاکم کثیر الغلط ہیں مستدرک میں انہوں نے کافی غلطیاں کی ہیں بعض دفعہ ضعیف بلکہ موضوع حدیث کو صحیح علی شرط الشیخین کہہ دیتے ہیں ۔۔۔۔ (نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ۶۲، ۶۳، مدنی کتب خانہ نور مارکیٹ گوجرانوالہ)

ڈیروی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

قارئین کرام اس عبارت میں حضرت امام بیہقی نے زبردست خیانت کا ارتکاب کیا ہے ۔۔۔۔ قارئین کرام اندازہ کریں جو (عبارت) دراصل ذکر کرنی تھی وہ حضرت بیہقی نے چھوڑ دی کیونکہ یہ ان کے باطل نظریہ پر زد پڑتی تھی بیہقی، حاکم ابوعلی کا یہ جھوٹا دعوی ہے ۔۔۔ اس لیے حضرت بیہقی نے اس عبارت کو کاٹ دیا تا کہ ان کے جھوٹے دعوے کی قطعی (قلعی) نہ کھل جائے۔

(توضیح الکلام پر ایک نظر ۱۳۷)

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ڈیروی صاحب کی مفسر جرح اور گکھڑوی صاحب کی مفسر جرح اور ان کے بیان کردہ اصول کے مطابق اثر ابن عباس بلاشبہ مردود ٹھہرا۔

نیز شیخ امین صفدر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

مگر اس کا پہلا راوی ابوعبداللہ الحافظ غالی شیعہ ہے ۔۔۔ جس کی سند کا ایک راوی غالی شیعہ ۔۔۔

(مجموعہ رسائل جلد ۴ ص ۲۸۴۔۲۸۵)

اور غالی شیعہ کی روایت کا حکم بیان کرتے ہوئے محدث دار العلوم دیوبند مفتی سعید پالن پوری لکھتے ہیں مبتدع کی روایت کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کی گمراہی کفر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہو تو اس کی روایت لینا جائز نہیں ہے، جیسے غالی شیعہ، یعنی باطنیہ قرامطہ،

امامیہ، یعنی اثنا عشریہ اور خطابیہ سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (تحفۃ الاحوذی شرح سنن الترمذی ۱/ ۱۱۲)

موافقت وتصحیح ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ ومتعلقاتہ

امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری ومسلم پر استدراک کرتے ہوئے "مستدرک" میں وہ احادیث جمع فرمائیں جس میں انہوں نے اپنی رائے کے مطابق بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق یا دونوں میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق احادیث جمع فرمائیں مگر آپ سے تصحیح احادیث میں تساہل واقع ہوئے، جس کا اختصار امام ذہبی نے بنام تلخیص المستدرک کے کیا امام ذہبی نے مستدرک پر استدراک نہیں بلکہ اس کا اختصار کیا جیسا کہ عنقریب انہی کے حوالے سے اس بات کو بیان کیا جائے گا، اور اس تلخیص میں امام ذہبی کا مقصد "مستدرک" پر نقد کرنا نہیں تھا بلکہ ان کا ارادہ صرف تلخیص واختصار کا تھا جیسا کہ وہ اختصار وتلخیص کتب روایت ورجال میں مشہور ومعروف ہیں جس پر دلیل یہ ہے کہ امام ذہبی خود اپنی ہی کتاب: سیر اعلام النبلاء (۱۳/ ۹۷۔۹۸) میں فرماتے ہیں کہ:

بَلْ فِي الْمُسْتَدرَكِ شَيْءٌ كَثِيْرٌ عَلَى شَرْطِهِمَا، وَشَيْءٌ كَثِيْرٌ عَلَى شَرْطِ أَحَدِهِمَا، ولعلَّ مَجْمُوعَ ذَلِكَ ثُلُثُ الْكِتَابِ بَلْ أَقلُّ، فَإِنَّ فِي كَثِيْرٍ مِنْ ذَلِكَ أَحَادِيْثَ فِي الظَّاهِرِ عَلَى شَرْطِ أَحَدِهِمَا أَوْ كليهِمَا، وَفِي البَاطن لَهَا عللٌ خَفِيَّةٌ مُؤَثِّرَةٌ، وَقطعةٌ مِنَ الْكِتَابِ إِسْنَادُهَا صَالِحٌ وَحسنٌ وَجيدٌ، وَذَلِكَ نَحو رُبعِه، وَبَاقِي الْكِتَاب مَنَاكِيْر وَعجَائِبُ، وَفِي غُضُون ذَلِكَ أَحَادِيْثُ نَحْو المائَة يَشْهَد القَلْبُ بِبُطْلاَنهَا، كُنْتُ قَدْ أَفردتُ منها جُزْءاً، وَحَدِيْثُ الطَّيرِ بِالنِّسبَةِ إِلَيْهَا سَمَاءٌ، وَبِكُلِّ حَالٍ فَهُوَ كِتَابٌ مُفِيْدٌ قَدِ اختصرتُهُ، وَيعوزُ عملاً وَتحرِيراً

"بلکہ "المستدرک" میں ان دونوں کی شرط پر بہت سی چیزیں ہیں اور بہت دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر بھی ہیں شاید کہ اس کا مجموعہ تہائی کتاب ہے بلکہ اس سے بھی کم، کیونکہ ظاہر میں ان میں سے بہت سی احادیث ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں یا دونوں کی شرط پر، اور باطن میں ان احادیث کے لیے علل خفیہ مؤثرہ ہیں اور کتاب میں سے ایک حصہ جس کی اسناد صالح، حسن اور جید ہیں اور یہ چوتھائی کی مثل ہے اور باقی کتاب مناکیر اور عجائب ہیں اور اسی اثناء میں سو کی مثل احادیث ہیں دل جن کے بطلان کی گواہی دیتا ہے اور میں نے ان میں سے ایک جزء الگ کیا ہے اور حدیث طیر اس کی طرف نسبت کے اعتبار سے بلند ہے اور ہر حال میں یہ کتاب مفید ہے اور میں نے اس کا اختصار کیا ہے اور عمل وتحریر کے اعتبار سے یہ تحقیق کی محتاج ہے"۔

اس عبارت میں امام ذہبی خود یہ فرمارہے ہیں کہ اس کتاب "مستدرک" میں بخاری ومسلم دونوں یا کسی ایک کی شرط پر جو احادیث ہیں اور وہ ایک تہائی بلکہ اس سے بھی کم ہیں اور یہ بھی ظاہر میں ہے جبکہ باطن میں ان احادیث کے لیے علل خفیہ مؤثرہ ہیں اور صالح، حسن اور جید اسناد کی احادیث ایک چوتھائی ہیں اور باقی سب احادیث اس میں مناکیر وعجائب پر مشتمل ہیں، اور سو احادیث تو ایسی ہیں جن کے بطلان اور موضوع ہونے کی شہادت دل دیتا ہے اور اور آپ خود اس عبارت میں واضح الفاظ میں فرمارہیں کہ میں نے اس کتاب کا اختصار کیا ہے نہ کہ استدراک، لہذا اس کو مستدرک للحاکم پر استدراک ثابت کرنے کی ناکام کوشش سے گریز کرنا چاہیے، اور "تلخیص" میں امام ذہبی کے قول کو تحقیق ذہبی قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

خاص طور پر عبارت کے آخری الفاظ: "وَیعوذُ عملاً وَتحریراً" اس بات کا واضح ترین ثبوت ہیں انہی الفاظ کی توضیح محقق شیخ شعیب لارنؤوط اور اس کے محققین کی جماعت نے یوں کی ہے کہ:

وهذا یدلك أیضا علی أن الذهبي رحمه الله لم یعتن بالمختصر اعتناء تاما، بحیث لم یتتبع الأحادیث تتبعا دقیقا، وإنما تكلم فیه بحسب ما تیسر له، ولذا فقد فاته أن یتكلم علی عدد غیر قلیل من الأحادیث صححها الحاكم وهي غیر صحیحة، أو ذكر أنها علی شرط الشیخین أو علی شرط أحدهما وهي لیست كذلك، كما یتحقق ذلك من له خبرة بأسانید الحاكم، وممارسة لها، ونظر فیها،

"اور یہ یونہی تمہاری اس بات پر راہنمائی کرے گی کہ امام ذہبی نے مختصر کا کامل طور پر اہتمام نہیں کیا اس طرح کہ انہوں نے احادیث کی دقیق انداز میں تتبع نہیں کی اور انہیں جو میسر ہوا اس میں انہوں نے اس کے لحاظ سے کلام کیا اور اسی وجہ سے انہوں نے بہت ساری احادیث پر کلام کو چھوڑ دیا جنہیں امام حاکم نے صحیح کہا ہے جبکہ وہ غیر صحیح ہیں یا انہوں (امام ذہبی) نے ذکر کیا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہیں یا کسی ایک کی شرط پر جبکہ ایسا نہیں ہے، جیسا کہ یہ بات ثابت ہے اس شخص کے لیے جسے امام حاکم کی سندوں کی خبر اور ان کی سندوں میں چھان بین اور نظر حاصل ہے"۔

(حاشیہ سیر أعلام النبلاء، ۱۷/۱۷۶، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

پس یہی وجہ ہے کہ تلخیص میں امام ذہبی کئی مقامات پر بغیر تحقیق وتتبع اور چھان بین کے امام حاکم کی اتباع میں روایات کو صحیح علی شرطھما یا صحیح علی شرط احدھما یا صحیح الاسناد کہہ گئے مگر جہاں تحقیق وتتبع سے کام لیا تو اس پر تنقید کی جس کی مثالیں تلخیص میں ہی موجود ہیں"

یہی وجہ ہے کہ امام ذہبی کا تلخیص میں اثر ابن عباس کی تصحیح میں امام حاکم کی موافقت کرنا بھی مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتا کیونکہ کئی مقامات پر امام ذہبی نے امام حاکم کی تلخیص میں موافقت کی مگر خود ہی اپنی دوسری کتب مثل میزان، کاشف، المغنی وغیرہ میں اس کے کسی نہ کسی راوی پر جرح بھی نقل کی اور بعض اوقات اپنی دوسری کتب میں اس پر کوئی اور حکم لگایا ہے۔

جیسا کہ امام حاکم نے مستدرک (۱/۴۹۲) دار المعرفۃ، بیروت،، میں ایک روایت اس سند کے ساتھ بیان کی اور اس کی تصحیح بھی کی:

اخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله الزاهد الاصبهاني، ثنا ابوبكر عبدالله بن محمد بن عبید القرشي، ثنا الحسن بن حماد الضبي ثنا محمد بن الحسن بن الزبیر الهمداني ثنا جعفر بن محمد بن علي بن الحسین عن ابیه عن جده عن علي رضی الله عنه۔۔۔۔۔ الخ۔

پھر فرمایا: هذا حدیث صحیح فان محمد بن الحسین هذا هو التل أو هو صدوق في الكوفیین۔

امام ذہبی نے ان کی موافقت کرتے ہوئے کہا: صحیح۔

مگر میزان الاعتدال (۳/۵۱۲۔۵۱۴، رقم: ۷۳۷۲۔۷۳۸۲)، المكتبة الاثریة، سانگلہ ہل،، میں محمد بن الحسن بن التل، اور ابن ابی یزید الہمدانی الکوفی کے تراجم میں اسی روایت کو ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

اخرجه الحاكم وصححه وفیه انقطاع۔

یعنی امام حاکم نے اس کا اخراج کیا اور اس کی تصحیح بھی کی اور اس میں انقطاع ہے۔

اسی طرح امام حاکم ایک روایت مندرجہ ذیل سند کے ساتھ (مستدرک ۱/۴۰۱، دار المعرفۃ، بیروت) میں بیان کرتے ہیں:

اخبرنی عبد الرحمن بن الحسن القاضی بھمدان ثنا عمیر بن مرداس ثنا عبد اللہ بن نافع الصائغ حدثنی اسحاق بن یحیی بن طلحۃ بن عبید اللہ عن عمہ موسی بن طلحۃ عن معاذ رضی اللہ عنہ ۔ ۔ ۔ ،، الخ۔

اور پھر کہا:

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ولہ شاھد باسناد صحیح۔

اور امام ذہبی تلخیص میں فرماتے ہیں کہ: صحیح۔

جبکہ خود ہی اس کے ایک راوی: اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

شیخ ابن المبارک قال احمد وغیرہ متروک۔

(المغنی فی الضعفاء، ۵۷۰)اور ضعفوہ (الکاشف، ۲۳۹)اور قال احمد متروک (دیوان الضعفاء، ۲۹)

اور میزان الاعتدال میں بھی کسی سے کوئی قابل اعتماد توثیق بیان نہیں کی اور اسی طرح تاریخ اسلام میں بھی۔

یونہی امام ذہبی سے تلخیص میں بعض ایسے تساہل ہوئے ہیں کہ بعض متہم رواۃ کی روایات کو بھی امام حاکم کی موافقت میں صحیح کہہ گئے مگر اپنی دوسری کتابوں میں ان پر جرح نقل کی جیسا کہ امام حاکم (مستدرک، ۲/۱۷۸، دار المعرفۃ، بیروت) میں ایک مندرجہ ذیل سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ:

حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا احمد بن عیسی بن زید اللخمی بتنیس ثنا عمر بن ابی سلمۃ ثنا زھیر بن (ابن محمد) ثنا حمید الطویل و رجل آخر عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۔ ۔ ۔

اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔

اور امام ذہبی نے "تلخیص" میں اس کو برقرار رکھتے ہوئے "خ م" لکھا ہے، مگر خود ہی اس کے ایک راوی "احمد بن عیسی بن زید اللخمی" کے بارے میں میزان الاعتدال۔رقم (۵۰۸) اور المغنی فی الضعفاء (۵۱) میں امام ابن عدی، دارقطنی اور ابن حبان سے تضعیف نقل کرتے ہیں اور ابن طاہر سے اس کے لیے "کذاب، یضع الحدیث" کے الفاظ ذکر کرتے ہیں بلکہ المغنی میں تو فرماتے ہیں کہ:

قلت نعم رأیت للخشاب فی موضوعات ابن الجوزی الامناء ثلاثۃ انا وجبریل و معاویہ فصدق ابن طاھر۔

اگر کسی کو یہ وسوسہ آئے کہ وہاں "اللخمی" نہیں بلکہ "التنیسی الخشاب" ہے تو عرض ہے کہ امام ذہبی ہی اپنی دوسری کتاب "تاریخ الاسلام، الوفاۃ: ۲۷۱۔۲۷۰ھ برقم (۴۴) جلد ۶ صفحہ ۹۰، دار الغرب الاسلامی" میں لکھتے ہیں:

احمد بن عیسی بن زید اللخمی الخشاب التنیسی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ احمد بن عیسیٰ اور ہے اور اللخمی اور، غلط ہوگا کیونکہ امام ذہبی کے نزدیک یہ ایک ہی شخص ہے۔ واللہ اعلم!

اسی طرح امام حاکم (مستدرک جلد ۴ صفحہ ۱۴۴، برقم ۷۱۷۲) میں ایک اروایت مندرجہ ذیل سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا ابرهیم بن منقذ الخولانی بمصر ثنا ادریس بن یحیی الخولانی حدثنی رجا بن ابی عطاء عن واهب بن عبدالله الکعبی عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالیٰ عنهما قال قال رسول الله ﷺ ـــــ الخ۔

اس روایت کی امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے تصحیح کی ہے مگر امام ذہبی خود ہی: میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۴۶، المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل میں، رجاء بن ابی عطاء المصری کے ترجمہ میں اس پر امام حاکم اور ابن حبان کی جرح نقل کرنے کے بعد اسی روایت کو ادریس بن یحییٰ الخولانی کے طریق سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

هذا حدیث غریب منکر، تفرد به ادریس احد الزهاد۔

اسی طرح امام حاکم (مستدرک، ۳۵۸/۴، رقم: ۷۹۱۱) میں ایک روایت مندرجہ ذیل سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں اور اس کی تصحیح کرتے ہیں اور امام ذہبی تلخیص میں ان کی موافقت کرتے ہیں:

حدثنی ابراهیم بن اسماعیل القاری ثنا عثمان بن سعید الدارمی ثنا ابوایوب سلیمان بن عبدالرحمن الدمشقی ثنا خالد بن یزید بن عبدالرحمن بن ابی مالک الدمشقی عنه ابیه عن عطاء بن ابی رباح عن ابی سعید رضی الله تعالی عنه ـــــ، الخ۔

جبکہ امام ذہبی نے خود ہی (سیر اعلام النبلاء، ۱۶۷/۹، رقم: ۱۸۴۶) دارالحدیث، القاہرہ، سلیمان بن عبدالرحمن کے ترجمہ میں امام ابن معین سے اس کی تضعیف نقل کی، اور کسی بھی امام سے توثیق ذکر نہیں کی، اور اسی روایت کو ذکر کیا اور اس کے بارے میں خود فرمایا:

غریب جدا وخالد دمشقی، ضعفه یحیٰ بن معین۔

امام حاکم نے مستدرک میں ایک ہی راوی سے تین جگہ استخراج کرتے ہوئے دو مقامات پر تصحیح جبکہ ایک مقام پر سکوت اختیار کیا جن میں امام ذہبی نے ایک پر کلام (۱۳۰/۲) کیا، دوسری پر سکوت (۲۱۸/۳) کیا اور تیسری میں موافقت کی (۲۱۹/۳)۔

تصحیح ونقد والی روایات میں سند یوں ہے:

ابواسحاق الفزاری عن ابی حماد الحنفی عن عبدالله بن محمد بن عقیل۔

جہاں اس پر نقد کیا اس مقام پر کہا:

ابوحماد هو المفضل بن صدقة، قال النسائی، متروک۔

امام حاکم نے دونوں مقامات پر کہا:

حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

اور امام ذہبی نے دوسرے مقام پر صحیح کہہ کر موافقت کی، جبکہ تیسرے مقام پر امام حاکم کی موافقت میں سکوت کیا۔

امام حاکم ایک روایت معرفۃ الصحابۃ، مناقب صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں مندرجہ ذیل سند کے ساتھ یوں بیان کرتے ہیں:

أخبرنا ابوجعفر محمد بن محمد بن عبد الله البغدادی، ثنا ابوالزنباع روح بن الفرج المصری، ثنا یوسف بن عدی ثنا یوسف بن محمد بن یزید بن صیفی بن صہیب، عن ابیہ عن جدہ عن صہیب ۔۔۔۔ وقال صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔

حافظ ذہبی "تلخیص" میں فرماتے ہیں: صحیح۔

مگر صرف پانچ احادیث کے بعد بعینہ اسی سند کے ساتھ کہ:

أخبرنا ابوجعفر محمد بن محمد البغدادی بینسابور، ثنا ابوالزنباع، ثنا یوسف بن عدی ثنا یوسف بن محمد بن یزید بن صیفی بن صہیب، عن ابیہ عن جدہ عن صہیب ۔۔۔۔

یہاں امام حاکم نے سکوت اختیار کیا مگر امام ذہبی "تلخیص" میں ہی فرماتے ہیں: "اسنادہ واہ"۔

پس واضح ہوا کہ "تلخیص" میں امام ذہبی سے بعض مقامات پر امام حاکم کی اتباع میں اور عدم تتبع کی وجہ سے تساہل واقع ہوئے ہیں لہٰذا امام حاکم کی تصحیح کے ساتھ ذہبی کی موافقت کے متعلق کلی اعتماد والی بات دلائل وبراہین اور قرائن کی روشنی میں درست نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ آئمہ فن نے بھی حاکم وذہبی کی تصحیح پر بعض مقامات پر کلی اعتماد نہیں کیا جس کی دلیل کے لیے راقم الحروف ایک روایت ذکر کرتا ہے۔

امام حاکم نے مستدرک (۴/۳۸۸) میں ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ بیان کی کہ:

ان النبی ﷺ قال اذا استھل الصبی ورث وصلی علیہ۔

اس کو امام حاکم نے "صحیح علی شرط الشیخین" قرار دیا۔

جبکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ (تلخیص الحبیر ۲/۲۳) میں امام حاکم کی تصحیح ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

ووھم، لان ابا الزبیر لیس من شرط البخاری وقد عنعن فھو علۃ ھذا الخبر ان کان محفوظا عن سفیان الثوری۔

چند دوسری مثالیں:

امام ذہبی خود تلخیص میں کئی روایات کے متعلق امام حاکم کی اتباع میں ایک حکم ذکر کرتے ہیں مثلاً کسی روایت کے متعلق کہتے ہیں کہ: خ، م، یعنی علی شرط الشیخین مگر خود ہی اس کے راوی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ یہ بخاری یا مسلم کے رواۃ میں سے نہیں جیسا کہ امام حاکم نے مستدرک (۴/۴۷۰) میں روایت بیان کی کہ:

حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ثنا بحر بن نصر بن سابق، ثنا عبد اللہ بن وھب، أخبرنی معاویۃ بن صالح، عن عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر عنہ ابیہ انہ سمع أبا ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ یقول سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لن یعجز اللہ ھذہ الامۃ من نصف یوم، وقال ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ۔

امام ذہبی نے تلخیص میں امام حاکم کی موافقت کی مگر خود ہی اس کے ایک راوی: معاویہ بن صالحؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وھو ممن احتج بہ مسلم دون البخاری وتری الحاکم یروی فی مستدرکہ أحادیثہ ویقول ھذا علی شرط البخاری فیھم فی ذالک ویکررہ۔

یعنی اور وہ (معاویہ بن صالح) ان رواۃ میں سے ہیں جن سے امام مسلم نے احتجاج کیا نہ کہ امام بخاری نے اور تم دیکھو گے کہ امام حاکم اپنی مستدرک میں اس کی احادیث کو روایت کرتے ہیں اور ان احادیث میں اس کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ بخاری کی شرط پر ہیں اور اس کا تکرار کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۴/۱۳۵ ؍ ۴۵۷) دنی نسخۃ: ۴/۱۳۵)

یونہی امام حاکم نے مستدرک (۱/۴۵۱) میں ایک روایت اسی معاویہ بن صالح کے طریق سے بیان کی اور اس کو علی شرط البخاری کہا اور تلخیص میں امام ذہبی نے امام حاکم کی اس میں موافقت کی مگر خود اس کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ اس سے مسلم نے احتجاج کیا نہ کہ بخاری نے۔

امام حاکم نے مستدرک (۲/۱۵۴) میں ایک روایت مندرجہ ذیل سند و متن سے روایت کی کہ:

حدثنا ابوالعباس محمد بن یعقوب ،حدثنا محمد بن اسحاق الصغانی ،ثنا اسحاق بن ادریس ،ثنا همام عن قتادة عن الحسن عن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال لا تساکنوا المشرکین، ولا تجامعوهم، فمن ساکنهم أو جامعهم فلیس منا، وقال هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری ولم یخرجاه۔

اور حافظ ذہبی نے تلخیص میں فرمایا: علی شرط البخاری ومسلم۔

مگر اس کے ایک راوی اسحاق بن ادریس کے متعلق دیوان الضعفاء، ص ۲۷ میں فرماتے ہیں کہ:

اسحاق بن ادریس الأسواری عن همام، کذاب۔

امام حاکم نے مستدرک (۱/۲۷۵) میں ایک روایت مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ بیان کی کہ:

اخبرنا احمد بن جعفر القطیعی ، ثنا عبدالله بن احمد بن حنبل حدثنی ابی ثنا یحیی بن سعید عن ثور عن راشد بن سعید عن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه قال بعث رسول الله ﷺ سریة فأصابهم البرد فلما قدموا علی رسول الله ﷺ أمرهم أن یمسحوا علی العصائب والتساخین ، وقال هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه بهذا اللفظ ، انما اتفقا علی المسح علی العمامة بغیر هذا اللفظ وله شاهد۔

اور امام ذہبی نے تلخیص میں کہا کہ:

علیٰ شرط مسلم مگر خود ہی اس روایت کو سیر اعلام النبلاء (۴۹۱/۴) میں ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ:

وخرجه الحاکم فقال علی شرط مسلم ، فأخطأ فان الشیخین ما احتجا براشد ولا ثور من شرط مسلم۔

امام حاکم نے مستدرک (۲/۵۹۴) میں ایک روایت مندرجہ ذیل سند و متن کے ساتھ بیان کی کہ:

حدثنا احمد بن عثمان بن یحیی الآدمی المقرء ببغداد ثنا ابوقلابة ثنا عبدالصمد بن عبدالوارث ثنا عمر بن ابراهیم عن قتادة عن الحسن عن سمرة بن جندب عن النبی ﷺ قال کانت حواء لا یعیش لها ولد فنذرت لئن عاش لها ولد تسمیه عبدالحارث فعاش لها ولد فسمته عبدالحارث ، وانما کان ذالك عن وحی من الشیطان ، وقال هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه۔

امام ذہبی نے تلخیص میں اس کو "صحیح" کہا:

جبکہ خود ہی "میزان الاعتدال" میں عمر بن ابراہیم کے ترجمہ (۲۱۶/۵، وفی نسخۃ ۱۷۹/۳) میں اس کو ذکر کیا اور کہا:

صححه الحاكم وهو حديث منكر كما ترى۔

یہ چند مثالیں ہیں، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو اس طرح کی کئی مثالیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ پس اگر یہ کہا جائے امام ذہبی نے مستدرک پر استدراک کیا تو پھر حافظ ذہبی کے تناقضات، غفلت اور وہم وغیرہ کی ایک لمبی فہرست بن جائے گی جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذہبی نے مستدرک کی تلخیص کی جس میں بعض مقامات پر اپنی طرف سے نقد ذکر کر کے امام حاکم کی مخالفت کی مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے ساری مستدرک پر استدراک کرتے ہوئے تصحیح وتنقید کا کام مکمل کیا کہ اب اس بارے میں ان پر کلی اعتماد کیا جائے گا۔

اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ امام ذہبی سے مستدرک کی تلخیص میں بعض مقامات پر تساہل ہوا ہے مگر اثر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں تو حافظ ذہبی خود ہی اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

ورواه عطاء بن السائب مطولا بزيادة، غير أننا لا نعتقد ذالك أصلا ۔۔۔ شريك وعطاء فيهما لين لا يبلغ بهما رد حديثهما، وهذه بلية تحير السامع، كبتها استطرادا للتعجب، وهو من قبيل اسمع واسكت۔

(العلو للعلی الغفار ص ۷۵، مکتبۃ أضواء السلف، الریاض)

یعنی اور اس کو عطاء بن سائب نے زیادت کے ساتھ تفصیلا بھی روایت کیا ہے سوائے اس کے کہ ہم اس پر اصلا اعتقاد نہیں رکھتے ۔۔۔ اور شریک اور عطاء ان دونوں میں کمزوری ہے مگر یہ نہیں کہ ان کی حدیث کو رد کر دیا جائے اور یہ بات سننے والے کے لیے حیران کن ہے میں نے اس کو دوران گفتگو صرف تعجب کے لیے لکھا ہے اور یہ اس قبیل سے ہے کہ تو سن اور خاموشی اختیار کر۔

امام ذہبی فرما رہے ہیں کہ ہمارا اس اثر پر بالکل اعتقاد نہیں بس اس اثر کو سن کر خاموشی اختیار کرو اور نانوتوی صاحب اس کی باطل تاویل کے در پہ ہوئے اور اس جیسے ضعیف بلکہ بعض آئمہ کے فرامین کے مطابق من گھڑت اثر کی بناء پر قرآن مجید کے قطعی اجماعی معنی میں تحریف کر ڈالی اور آج تک ان کے معتقدین ان کے دفاع میں اسی نانوتوی روش کو اختیار کیے ہوئے حالانکہ ایمان اگر ہوتا تو اس کا تقاضہ یہی ہوتا کہ قرآن وسنت اور پوری امت کے متفقہ ومسلمہ عقیدہ کو مانا جائے اور اللہ ورسول سے وفاء کی جائے اور نانوتوی سے برأت کا اظہار کیا جائے کہ جس کی عبارت سے بقول شیخ انور شاہ کشمیری صاحب "قرآن کی بھی مخالفت ہو رہی ہے۔ اللہ پاک انہیں سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے اہل سنت کے سچے اور حق پر مبنی عقائد کی حفاظت فرمائے۔

راوی شریک بن عبداللہ النخعی کے متعلق علمائے دیوبند کے اقوال

اور اس مذکورہ اثر کو عطاء بن سائب سے روایت کرنے والے شریک بن عبداللہ النخعی ہیں، جن کے بارے میں دیوبند کے امام، شیخ سرفراز خان صفدر گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

لیکن اس روایت کا مرکزی راوی شریک ہے امام بیہقی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ اکثر محدثین اس سے احتجاج نہیں کرتے۔

(جلد ۱۰ ص ۲۷۱)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن قطان اس کی اشد تضعیف کرتے تھے۔ (جلد ۶ ص ۱۳۶)
عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث قابل قبول نہیں ہے، جوزقانی اس کو سیئ الحفظ اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔
ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ شریک نے چار سو (۴۰۰) احادیث میں غلطی کی ہے۔ (میزان جلد ۱ ص ۴۴۴، تہذیب جلد ۴ ص ۳۳۳)
علامہ جزائری لکھتے ہیں کہ ان کی حدیث مردود اور غیر مقبول ہے۔ (توجیہ النظر ۲۵۲)
حافظ ابن حجر اس کو کثیر الخطاء لکھتے ہیں (۱۶۷) مبارک پوری صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں یہ حدیث حسن کیسے ہوسکتی ہے اس کی سند میں شریک متفرد ہے اور وہ صاحب خطاء کثیر الغلط اور خراب حافظہ کے مالک تھے۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۲۸۸) (احسن الکلام جلد ۲ ص ۱۴۰۔۱۴۱، مکتبۃ الصفدریہ)

دیوبندی محقق ومحدث محمد مصطفی الاعظمی صحیح ابن خزیمہ پر تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
شریك وهو ابن عبدالله القاضی وهو ضعیف۔
شریک سے مراد ابن عبداللہ قاضی ہے اور وہ ضعیف ہے۔
اسنادہ ضعیف۔ شریك بن عبدالله ضعیف لسؤ حفظه، وقد تفردبه کما قال الدارقطنی وغیرہ۔ ناصر۔
اس کی سند ضعیف ہے۔ شریک بن عبداللہ ضعیف ہے اس کے حافظہ کے برا ہونے کی وجہ سے اور تحقیق وہ اس روایت کے ساتھ متفرد بھی ہے جیسا کہ الدارقطنی وغیرہ نے کہا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۲۵۵ تحت الرقم (۴۳۷)، و(صحیح ابن خزیمہ ۲ ۳۴۲ تحت الرقم (۶۲۶)
ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
اسنادہ ضعیف۔ انظر الحدیث المتقدم (۶۲۶)، وحدیث ۸۳۸ من طریق شریك۔ (صحیح ابن خزیمہ ۱/ ۳۴۳ تحت الرقم (۶۲۹)
مسلک دیوبند کے وکیل وترجمان جناب شیخ محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:
اور اسکی سند میں شریک اور لیث دونوں راوی امام بخاری کے ہاں بھی متکلم فیہ ہیں۔

(جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین، مترجم، ص ۲۷۸، مکتبہ امدادیہ، ملتان)

مزید لکھتے ہیں:

انما شریك صدوق یخطئ کثیر تغیر حفظه۔ (تقریب ص ۱۴۵) (جزء القراءۃ و جزء رفع الیدین، مترجم، ص ۳۲۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان)
محدث دار العلوم دیوبند مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب لکھتے ہیں:
قاضی شریک بن عبداللہ قبیلہ نخع کے تھے اور کوفہ کے باشندے تھے صدوق تھے مگر کثیر الخطاء تھے، کوفہ کے قاضی بننے کے بعد ان کے حافظہ میں تغیر آگیا تھا۔ (تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی ۱/ ۱۲۶)
پالن پوری صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
پہلی سند میں شریک بن عبداللہ ہیں یہ اچھے راوی ہیں مسلم میں ان کی روایت ہے اور بخاری میں بھی تعلیقا ان کی روایت ہے مگر ان کی روایات میں بہت غلطیاں ہیں یہ پہلے واسط کے قاضی تھے، پھر کوفہ کے قاضی بنائے گئے جب سے وہ کوفہ کے قاضی بنے ہیں ان کی

یادداشت خراب ہوگئی ہے اس لیے پہلی سند میں ان کی وجہ سے کمزوری آئی ہے۔ (تحفۃ الاحمی ۱/ ۲۷۴)

دیوبند کے امام العصر شیخ کشمیری لکھتے ہیں:

لکن فیه شریك وهو مختلف فیه۔

لیکن اس میں شریک ہے اور وہ مختلف فیہ ہے۔ (العرف الشذی شرح سنن الترمذی، باب الوضوء بالمد، ۱۹۰)

محمد نیموی صاحب ایک روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

رواه الدارقطنی واسناده ضعیف ورفعه وهم اور اس کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ قوله واسناده ضعیف قلت فیه شریك القاضی عن محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلی وکلاهما لیس بالقوی اما شریك فقد قال ابن حجر فی التقریب صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظه منذ ولی القضاء بالکوفة ---- قلت وفی هذا الکلام نظر لانه تفرد به شریك القاضی --- ولم یرفعه احد غیر شریك وهو لین الحدیث فزیادته لا تقبل۔

(آثار السنن مع التعلیق الحسن وتعلیق التعلیق، ص ۱۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان)

مفتی تقی عثمانی کی تقریر جامع ترمذی، ترتیب وتحقیق رشید اشرف سیفی بنام درس ترمذی میں ہے کہ:

یہ قاضی شریک بن عبداللہ ہیں ان کی عدالت میں تو کوئی کلام نہیں، لیکن کوفہ میں قاضی بننے کے بعد ان کے حافظہ میں تغیر پیدا ہو گیا تھا، اس لیے انہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ (درس ترمذی، ص ۱/ ۱۹۸) مکتبہ دار العلوم کراچی)

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ کلفٹن کمال الدین المسترشد نے لکھا ہے کہ:

شریک قاضی کوفہ تھے قضاء کے بعد حافظہ میں تغیر آیا تھا، لہٰذا یہ ضعیف ہیں۔ (تشریحات ترمذی، کمال الدین المسترشد ۱/ ۱۰۳)

محمد بدر عالم میرٹھی نے فیض الباری کے حاشیہ میں لکھا ہے:

رواه شریك عن عطاء بن یسار وهو متکلم فیه۔ (حاشیہ البدر الساری ۳/ ۵۹۴)

خالد محمود نے لکھا ہے کہ:

شریک بن عبداللہ تقدم وتاخر کا مرتکب ہوا ہے۔ صحیح مسلم کے متن میں واقعہ معراج میں ہی امام مسلم کی یہ تصریح موجود ہے: قدم فیه شیئا واخر وزاد ونقص۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۳۳۴ مع الفتح) (ترجمہ:) شریک نے مضمون کو آگے پیچھے کر دیا ہے اور کمی بیشی کا مرتکب ہوا ہے ---- حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس روایت کا جواب شریک بن عبداللہ پر جرح کی صورت میں ہی پیش کیا ہے۔

(دیکھیے زاد المعاد جلد ۱ ص ۳۰۲)

علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی (فتح الباری جزء ۴ ص ۱۷۷ دہلی) میں اسے ایک جواب کی صورت میں جگہ دی ہے، حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ شریک بن عبداللہ کی روایت میں جو "ثم استیقظت" کے الفاظ وارد ہیں وہ شریک کی اغلاط میں شمار ہیں۔

(عبقات بحوالہ فتاوی ختم نبوت ۱۴۷)

جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ابو حفص اعجاز احمد اشرفی لکھتے ہیں:

اس حدیث کی سند میں ایک راوی شریک بن عبداللہ القاضی ہے یہ حدیث بوجہ اختلاط فی العقل واوہام اس راوی کے ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظه منذولی القضاء بالکوفة وکان عادلا ،عابدا ،شدیدا علی اهل البدع (تقریب ۲۷۹۷) سچے ہیں، بہت خطائیں کرتے تھے ،کوفہ میں منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا ،وہ عادل، فاضل، عابد اور اہل بدعت کے خلاف بہت سخت تھے ،میزان الاعتدال میں بہت سارے محدثین کرام کی جرحیں منقول ہیں اور یہ بھی ہے، حضرت معاویہ بن صالح کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل سے شریک کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: وہ عاقل، صدوق، محدث، اور اور اہل ریب اور اہل بدعت کے خلاف بہت سخت تھے۔ میں نے پوچھا کہ اسرائیل اس سے زیادہ اثبت تھے تو کہنے لگے ہاں! میں نے پوچھا: کیا شریک راوی سے احتجاج کیا جاسکتا ہے؟ فرمایا: میری رائے اس بارے مت پوچھ، میں نے پوچھا: کیا اسرائیل سے احتجاج کیا جاسکتا ہے؟ تو فرمایا: ہاں اللہ کی قسم۔

(الدر الثمین فی الاخفاء بآمین، ص ۱۵۸۔۱۵۹) الکتاب یوسف مارکیٹ ،غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔)

خلاصہ کلام

ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہوا کہ دیو بند کے نزدیک شریک بن عبداللہ نخعی رحمۃ اللہ علیہ صدوق کثیر الخطاء ،متغیر حافظہ والا، ضعیف اور متکلم فیہ راوی ہے اور ایسے راوی کی روایت کا حکم دار العلوم دیو بند کے محدث (پالن پوری صاحب) کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب کے شروع میں جرح وتعدیل کو ملا کر بارہ مراتب قائم کیے ہیں۔ یہ اگرچہ حافظ صاحب کی اپنی مخصوص اصطلاحات ہیں جو انہوں نے تقریب میں استعمال کی ہیں مگر اب عام طور پر یہی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں اس لیے ان کا جاننا بھی ضروری ہے۔۔۔۔ مرتبہ خامسہ: میں وہ رواۃ ہیں جو مرتبہ رابعہ سے کچھ کم ہیں ان کے لیے صدوق سئی الحفظ، صدوق یهم، صدوق له اوهام، صدوق یخطئ اور صدوق تغیر باخرة (یا بآخرہ) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

شریک بن عبداللہ کے متعلق آئمہ جرح وتعدیل کے کلمات جرح

امام ابوحاتم رازی فرماتے ہیں کہ:

شریك بن عبد الله النخعي ۔۔۔ صدوق ۔۔۔ وله اغالیط ۔ (الجرح والتعدیل ۴/ ۳۶۷)

خطیب بغدادی نے امام ابوحاتم رازی سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت بیان کی ہے:

شریك لایحتج بحدیثه (تاریخ بغداد ۹/ ۲۸۵)

امام ابوحاتم رازی، امام ابوزرعہ رازی سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ:

سألت أبازرعة عن شریك یحتج بحدیثه ، قال كان كثیر الحدیث صاحب وهم ، یغلط أحیانا ۔ (الجرح والتعدیل ۴/ ۳۶۷)

امام یعقوب بن شیبہ سدوسی فرماتے ہیں:

شریك بن عبد الله ثقة صدوق ، صحیح الكتاب ، ردیء الحفظ مضطربه ۔ (تاریخ بغداد ۹/ ۲۸۶)

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں:

وشریک کثیر الغلط۔ (سنن الترمذی باب الوضوء مرۃ ومرتین وثلاثا، تحت الرقم (۴۶)

امام بیہقی فرماتے ہیں:

وشریک لم یحتج بہ اکثر اھل العلم بالحدیث۔ (السنن الکبری للبیہقی ۱۰/ ۴۵۷)

امام ابوجعفر محمد بن عمرو العقیلی، امام یحیی بن سعید القطان سے روایت کرتے ہیں:

علی بن عبداللہ المدینی قال سمعت یحیی یقول قدم شریک مکۃ فقیل لی آتہ، فقلت لو کان بین یدی ما سألتہ عن شیء وضعف یحیی حدیثہ جدا قال یحیی أتیتہ بالکوفۃ فأملی علی فاذا ھو لا یدری یعنی شریک۔

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ۲/ ۱۹۳، تاریخ بغداد ۹/ ۲۵۸)

امام ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب بن اسحاق الجوزجانی فرماتے ہیں کہ:

شریک بن عبداللہ سیء الحفظ مضطرب الحدیث مائل۔ (احوال رجال ص ۱۵۰، حدیث اکادمی، فیصل آباد)

امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد السمعانی فرماتے ہیں کہ:

وکان فی آخر امرہ یخطئ فیما یروی، تغیر علیہ حفظہ، فسماع المتقدمین عنہ الذین سمعوا منہ بواسط لیس فیہ تخلیط، مثل یزید بن ھارون واسحاق الازرق وسماع المتأخرین عنہ بالکوفۃ فیہ أوھام کثیرۃ۔

(الانساب، ج ۵ ص ۳۷۰)

امام ابوالحسن ابن القطان فرماتے ہیں کہ:

شریک فھو سیء الحفظ، مشھور التدلیس وھو بسوء الحفظ۔ (بیان الوھم والایھام فی کتاب الاحکام ۳/ ۴۱۰)

امام ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

واما شریک فھو ابن عبداللہ النخعی، قاضی الکوفۃ، وکان کثیر الوھم والا سیما بعد أن ولی القضاء، وکان فیہ أیضا۔ بی تلک الحالۃ تیہ وکبر واحتقار للأئمۃ الصالحین۔ (شرح علل الترمذی ۱/ ۴۰۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ منذ ولی القضاۃ۔ (تقریب التھذیب ص ۲۶۹)

امام ابن جوزی نے شریک ذکر کتاب الضعفاء والمتروکین میں کیا ہے۔

ابن حزم اندلسی نے کہا ہے کہ:

شریک القاضی وھو ضعیف۔ (المحلی بالآثار ۳/ ۳۳)

امام ابن الترکمانی علاء الدین علی فرماتے ہیں کہ:

وفی سندہ شریک القاضی متکلم فیہ۔ (الجوھر النقی علی سنن البیہقی ۳/ ۳۹۴، نشر السنہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد الدارقطنی فرماتے ہیں کہ:

وشريك ليس بالقوي فيما يتفرد به۔ (السنن، باب ذکر الرکوع والسجود وما یجزی فیہما، ۱۵۰/۲، تحت الرقم ۱۳۰۷)

اور اگر کسی راوی پر جرح مفسر بھی ہو اور اس کی تعدیل بھی کی گئی ہو تو تقدم کس کو حاصل ہوگا تو اس بات کا جواب دیتے ہوئے جناب سرفراز خان صفدر گکھڑوی صاحب لکھتے ہیں:

اور تقریب النواوی اور اس کی شرح میں اس کی تصریح موجود ہے کہ واذا اجتمع فيه اى الراوى جرح مفسر وتعديل فالجرح مقدم ولو زاد المعدل هذا هو الاصح عند الفقهاء والاصوليين ونقله الخطيب عن جمهور العلماء ، اھ (تدریب الراوی ص ۲۰۴) اور اگر راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مقدم ہوگی اگرچہ تعدیل کرنے والوں کی تعداد زیادہ بھی کیوں نہ ہو فقہاء اور ارباب اصول حدیث کے نزدیک یہی صحیح ہے اور خطیب بغدادی نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا ہے۔ (احسن الکلام، ۵۶۲)

ان تمام حوالہ جات سے واضح ہو جاتا ہے کہ آئمہ رجال اور علمائے دیوبند کے نزدیک شریک بن عبداللہ نخعی ضعیف ہیں اور امام سیوطی فرماتے ہیں:

واذا تبين ضعف الحديث أغنى ذالك عن تأويله ، لأن مثل ذالك هذا المقام لا تقبل فيه الأحاديث الضعيفة ،۔۔۔

اور جب حدیث کا ضعف ظاہر ہو گیا تو اب اس کی تاویل کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی کیونکہ اس جیسے مقام میں ضعیف حدیثیں قبول نہیں کی جاتیں۔ (الحاوی للفتاوی، ج ۱ ص ۳۶۲، دار الفکر للطباعۃ والنشر ، بیروت)

لہٰذا یہ بھی ثابت ہوا کہ دیوبند کے نزدیک بھی اگر اس اثر میں کوئی اور علت نہ ہوتی تب بھی یہ اثر ضعیف ہی تھا حالانکہ اس اثر کی سند میں اور بھی علتیں موجود ہیں جیسا کہ عطاء بن السائب کا مختلط ہونا اور شریک کا قبل از اختلاط اس سے روایت کرنا ثابت نہ ہونا وغیرہ۔

عطاء بن سائب کے متعلق آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال

حضرت ابن عباس سے اس اثر کو روایت کرنے والے "ابوالضحی مسلم بن صبیح" ہیں اور ان سے روایت کرنے والے عطاء بن سائب بن مالک ثقفی کوفی ہیں جن کے بارے میں آئمہ محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ:

كان عطاء بن السائب قد اختلط ۔۔۔

یعنی عطاء بن سائب مختلط ہو گئے تھے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری ۳/ ۳۲۸، مرکز البحث العلمی واحیاء التراث الاسلامی مکۃ المکرمۃ)

ان کے اس قول کو امام مزی نے تھذیب الکمال (۲۰/ ۹۲) میں اور امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۶/ ۳۶۱) میں امام ابن حجر عسقلانی نے تھذیب التھذیب (۷/ ۲۰۵) میں اور علامہ عینی نے مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار (۲/ ۳۲۳) میں نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

(عطاء بن السائب) صالح من سمع منه يعني قديما وقد تغير ۔۔۔ كان اختلط فمن سمع منه قبل الاختلاط فجيد ومن سمع منه بعد الاختلاط فليس بشيء۔

یعنی عطاء بن سائب سے جس نے قدیم سنا ہے وہ صالح ہے اور تحقیق وہ متغیر ہو گئے ۔۔۔ یعنی وہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے پس

جس نے قبل از اختلاط ان سے سماع کیا ہے وہ جید ہے اور جس نے بعد از اختلاط ان سے سماع کیا ہے تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔
(العلل ومعرفة الرجال لاحمد روایة ابنه عبداللہ ا/ ۴۱۴ـ ۳/ ۲۹) دارالخانی، الریاض)

امام صاحب کے اس قول کو امام ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل (۶/ ۳۳۳) میں اور امام ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال (۷/ ۴) میں اور امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۶/ ۳۶۰) میں نقل کیا ہے۔

امام احمد بن عبداللہ العجلی فرماتے ہیں:

ومن سمع من عطاء قديما فهو صحيح الحديث منهم سفيان الثورى فأما من سمع منه بأخرة فهو مضطرب الحديث منهم هشيم وخالد بن عبدالله الواسطي الا أن عطاء كان بأخرة يتلقن اذا لقنوه في الحديث لانه كان كبر۔۔۔

یعنی وہ جس نے عطاء بن سائب سے قدیم سنا ہے وہ صحیح الحدیث ہے جن میں سفیان ثوری (وغیرہ) ہیں پس وہ جنہوں نے ان سے آخر میں سنا ہے تو وہ مضطرب الحدیث ہیں ان میں ہشیم اور خالد بن عبداللہ واسطی (وغیرہما) ہیں کیونکہ عطاء آخر (عمر میں) تلقین قبول کرتے تھے جب انہیں حدیث میں تلقین کی جاتی کیونکہ وہ بوڑھے ہو گئے تھے۔ (معرفة الثقات ۲/ ۱۳۵، مکتبة الدار، المدینة المنورة)

امام ابن ابی حاتم اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ:

كان عطاء بن السائب محله الصدق قديما قبل ان يختلط صالح مستقيم الحديث ثم بأخرة تغير حفظه في حديثه تخاليط كثيرة۔۔۔

یعنی عطاء بن سائب کا مقام صدق قبل از اختلاط وہ صالح مستقیم الحدیث تھے پھر آخر (عمر میں) ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا ان کی حدیث میں بہت زیادہ اختلاط ہے۔ (الجرح والتعدیل ۶/ ۳۳۴) مجلس دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد، دکن، الهند)

ان کے اس قول کو امام یوسف بن عبدالرحمن مزی نے تهذیب الکمال (۲۰/ ۹۱) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تهذیب التهذیب (۷/ ۲۰۵) میں علامہ بدرالدین عینی نے مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار (۲/ ۳۲۳) میں نقل کیا ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں:

عطاء بن السائب كان قد تغير۔

یعنی تحقیق عطاء بن سائب متغیر (حافظہ والے) ہو گئے تھے۔ (السنن الکبری (۲/ ۱۴۳۱) مکتبة الرشد، الریاض، والدار العثمانية، عمان)

ان کے اس قول کو امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۶/ ۳۶۱) میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے تهذیب التهذیب (۷/ ۲۰۵) میں نقل کیا ہے۔

امام ابواحمد بن عدی الجرجانی فرماتے ہیں:

وعطاء بن السائب اختلط في آخر عمره فمن سمع منه قديما مثل الثورى وشعبة فحديثه مستقيم، ومن سمع منه بعد الاختلاط فأحاديثه فيها بعض النكرة۔

یعنی اور عطاء بن سائب عمر کے آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے پس ان سے جس نے قدیم سنا ہے مثل امام ثوری اور شعبہ تو ان کی

حدیث مستقیم ہے اور جس نے بعد از اختلاط سنا ہے تو اس کی احادیث میں بعض منکر ہیں۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال (۷/۸/۷) دار الکتب العلمیہ، بیروت)

اسی قول کو امام مزی نے تھذیب الکمال (۲۰/۹۱) میں امام ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۶/۳۶۱) میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تھذیب التھذیب (۷/۲۰۵) میں نقل کیا ہے۔

امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی فرماتے ہیں:

وھذا من عطاء بن السائب فانه اختلط فی آخر عمره۔

یعنی اور یہ (روایت) عطاء بن سائب سے ہے تو وہ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

(العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ (۵/۱۷۷، برقم: ۸۱۱) دار طیبۃ الریاض)

امام عبدالرحمن بن علی جوزی فرماتے ہیں:

ھذا حدیث لایثبت عن رسول الله ﷺ وفیه عطاء بن السائب وکان قد اختلط فی آخر عمره۔۔۔

یعنی یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اس میں عطاء بن سائب ہیں اور وہ آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

(العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیۃ (۲/۱۸۱) ادارۃ العلوم الاثریۃ فیصل آباد، پاکستان)

امام ذہبی فرماتے ہیں:

تابعی مشھور حسن الحدیث ساء حفظه بأخرة۔

یعنی مشہور تابعی، حسن الحدیث ہیں، آخر میں ان کا حافظہ برا ہو گیا تھا۔ (المغنی فی الضعفاء (۴۱۲۱))

امام ابوجعفر طحاوی حنفی فرماتے ہیں کہ:

وان کا الذین یعدونھم الحجة فی عطاء بن السائب اھل العلم بالاسناد انما ھم اربعة من سواھم شعبة والثوری وحماد بن زید وحماد بن سلمة۔

اہل علم اسناد میں جن کو عطاء بن سائب کے معاملے میں حجت شمار کرتے ہیں وہ صرف چار ہیں ان کے علاوہ نہیں یعنی شعبہ، ثوری، حماد بن زید اور حماد بن سلمہ۔ (شرح معانی الآثار (۱/۱۴۹) موسسۃ الرسالۃ)

امام طحاوی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وھذا احسن ماتوجه لنا فی ھذا الباب بعد احتمالنا فیه حدیث عطاء بن السائب الذی ذکرناہ فیه لانه من حدیث ابی عوانة عنه وھو ممن اخذ عنه فی حال التغیر وقبل حال التغیر فلم یدر أکان منه قبل تغیرہ یؤخذ من أربعة لا ممن سواھم وھم شعبة والثوری وحماد بن سلمة وحماد بن زید

یعنی اور یہ حدیث زیادہ بہتر ہے عطاء بن سائب کی اس حدیث سے جسے ہم نے اس باب میں ذکر کیا جو ہمارے لیے متوجہ ہوتی ہے ہمارے احتمال کے بعد کیونکہ ابوعوانہ کی حدیث اسی (عطاء بن سائب) سے ہے اور وہ ان میں سے ہے جنہوں نے اس سے حالت

تغیر میں اور حالت تغیر سے پہلے روایت لی ہے پس نہیں معلوم کہ یہ حدیث ان (احادیث) سے ہے جواس نے تغیر سے پہلے لی ہیں یا بعد میں لی ہیں اور اس کی حدیث جواس سے حالت تغیر سے پہلے لیتے ہیں وہ چار ہیں اور ان کے علاوہ کوئی نہیں اور وہ چار شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید ہیں۔ (شرح مشکل الآثار (۶/ ۲۹۳) موسسۃ الرسالۃ)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ:

وتحصل لی من مجموع کلام الأئمة أن رواية شعبة وسفيان الثوری وزهير بن معاوية وزائدة وأيوب وحماد بن زيد عنه قبل الاختلاط وأن جميع من روى عنه غير هؤلاء فحديثه ضعيف لأنه بعد اختلاطه الاحماد بن سلمه فاختلف قولهم فيه۔

یعنی آئمہ کے کلام سے میرے سامنے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ بیشک شعبہ، سفیان ثوری، زہیر بن معاویہ، زائدہ، ایوب اور حماد بن زید نے اس سے قبل از اختلاط روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ ان سے روایت کرنے والے تمام کی حدیث ضعیف ہوگی کیونکہ وہ بعد از اختلاط ہے سوائے حماد بن سلمہ کے ان کے بارے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں۔

امام طحاوی حنفی اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی مذکورہ عبارات سے بڑی صراحت کے ساتھ واضح ہو رہا ہے کہ شعبہ، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ اور حماد بن زید، زہیر بن معاویہ، زائدہ اور ایوب کے علاوہ کسی نے بھی عطاء بن سائب سے قبل از اختلاط نہیں سنا اور ابن حجر عسقلانی نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ ان کے علاوہ سب کی احادیث عطاء بن سائب سے ضعیف ہیں کہ وہ سب بعد از اختلاط سننے والے ہیں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے حماد بن سلمہ کو بھی مختلف فیہ قرار دیا ہے اور کسی بھی امام فن نے اس بات کی صراحت تو کجا اشارہ بھی نہیں دیا کہ شریک بھی عطاء بن سائب سے قبل از اختلاط سننے والوں میں شامل ہو جبکہ امام طحاوی اور حافظ ابن حجر عسقلانی کی ان عبارات سے اس فاسد وہم کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں مذکورہ اشخاص میں قبل از اختلاط سماع کرنے کا حصر کیا ہے، پس مذکورہ بحث سے معلوم ہوا کہ عطاء بن سائب آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور یہ بات اصول حدیث کے مسلمات میں سے ہے کہ بیشک کوئی راوی بلند ترین ثقاہت کا حامل ہو مگر جب اس کو اختلاط کا عارضہ لاحق ہو جائے تو اس کی وہ روایات جن کو ایسے لوگ روایت کریں جنہوں نے بعد از اختلاط سنا ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتیں اور وہ لوگ جن کے بارے میں واضح نہ ہو سکے کہ انہوں نے قبل از اختلاط سنا ہے یا بعد از اختلاط تو ان کی روایات میں توقف کیا جائے گا جب تک واضح نہ ہو جائے۔

مفتی سعید احمد پالن پوری صاحب لکھتے ہیں:

حدیث مختلط: وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس کو سوء حفظ طاری ہو گیا ہو اس راوی کو مختلط (بکسر اللام بصیغہ اسم فاعل) اور اس کی حدیث مختلط (بفتح اللام بصیغہ اسم مفعول) کہتے ہیں مختلط کی حدیث کا حکم مختلط نے جو روایتیں اختلاط سے پہلے بیان کی ہیں وہ مقبول ہیں اور جو اختلاط کے بعد بیان کی ہیں وہ غیر مقبول ہیں اور جن کی قبلیت وبعدیت کا علم نہ ہو سکے وہ حصول علم پر موقوف رہیں گی۔

(تحفۃ الدرر شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر ص ۴۴) مکتبہ بحر العلوم جونا مارکیٹ، کراچی) (ماخوذ از: دافع ازالۃ الوسواس علی تائید المقیاس فی تحقیق اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما، ملخصا)

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ قرآن مجید میں خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہے اور اس پر اجماع ہے اور یہ کتاب اللہ کا خاص ہے اور اثر ابن عباس بفرض محال اگر صحیح ہوتا تب بھی اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا واجب ہوتا جس سے خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہ ہو ورنہ اس کو رد کرنا واجب ہے لیکن نانوتوی نے اس کی ایسی باطل تاویل کی کہ جس سے اس کے معنی میں تغیر واقع ہوا ہے اور نانوتوی نے خود بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ خاتم النبیین کا وہ معنی نہیں جو عوام کے خیال میں ہے یعنی نانوتوی کے نزدیک خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا ایک تو عوام کا خیال ہے اور دوسرا یہ کہ آیت میں یہ معنی مراد نہیں، العیاذ باللہ۔ اصول الفقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر خاص کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے، تو خاص کے حکم میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے دونوں کے مابین تطبیق ممکن ہو تو فبہا، ورنہ صرف کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو رد کیا جائے گا۔ (اصول الشاشی، نور الانوار وغیرہما) دیکھو جی، اس اصول کے مطابق اگر کتاب اللہ کے مقابلے میں صحیح خبر واحد آجائے اور وہ کتاب اللہ کے خاص کے مخالف ہو تو اس کو بھی موافقت کی کوئی صحیح راہ نہ ہونے صورت میں رد کر دیا جائے گا لیکن نانوتوی صاحب نے ایک باطل موضوع اثر کو لے کر کتاب اللہ کے خاص میں تغییر و تحریف کر ڈالی۔

علامہ انور شاہ کشمیری کے بقول یہ اثر ظاہر قرآن کے مخالف ہے، کشمیری صاحب کے اس ارشاد کو مدنظر رکھ کر اگر ہم اس اثر کو علم المنطق کی روشنی میں پرکھیں تب بھی اس کا بطلان اور نا قابل استدلال ہونا ظاہر وواضح ہے۔

نیز یہ اثر اس لیے بھی باطل ہے کہ اگر ہر زمین میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہوں اور وہ خاتم النبیین ہوں اور اگر وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہیں تو آپ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ آپ کے بعد ان زمینوں میں محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں اور اگر ان زمینوں میں آپ سے پہلے محمد رسول اللہ (ﷺ) ہیں تو پھر وہ خاتم النبیین نہ رہے کیونکہ ان کے بعد آپ کی نبوت ہے اور جب وہ خاتم النبیین نہیں ہیں تو پھر آپ کی مثل نہ ہوئے حالانکہ اس اثر میں یہ ہے کہ ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل نبی ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ اثر من گھڑت اور نا قابل استدلال ہے۔

میرا مقصد اس کتاب کا ترجمہ اور تحقیق وتخریج کرنا ہے چونکہ اس اثر کو امام بیہقی نے اس کتاب میں روایت کیا ہے تو میں نے بعض احباب کے حکم کی تعمیل میں اس اثر کے بطلان کو تفصیل اور تحقیق کے ساتھ بیان کیا تا کہ قارئین اس کتاب کا مطالعہ کرتے وقت مذکورہ اثر کے ساتھ ساتھ اس کی فنی حیثیت بھی جان سکیں اور یہ بھی جان سکیں کہ مخالفین جن آئمہ کرام (مثلاً امام بیہقی، امام حاکم، امام ذہبی وغیرہ) کو دوسرے مقامات پر کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے وہ بزرگوں کے من گھڑت عقیدہ کو صحیح ثابت کرنے کے لیے اس اثر کو کس طرح صحیح ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں جیسا کہ باقاعدہ اس اثر پر کتابیں لکھ ماری ہیں اللہ پاک ہم سب مسلمانوں کو ان بدعتیوں کی ایسی خرافات اور فتنہ انگیزیوں سے اپنی پناہ عطا فرمائے۔ آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا ومولنا محمد خاتم النبیین وعلی آله واصحابه وعلماء اهل سنته وبارك وسلم۔